# سائنس اور دین کے درمیان رابطہ
# *INTERRELATION OF SCIENCE & RELIGION*

***Muhammad Hussain Hafzi***
***Dr. Qaisar Abbas Jafari***

***Abstract:***
*The following article describes the relaio between science and religion. According to the author, along with a deep study of Quran & Hadith and the views of the recognised Muslim scholars and intellectuals, a thorough study of the subject must be done in depth to understand the nature of the interrelation of knowledge and religion. This article examines the importance and virtues of religion and knowledge in the light of Quran & Hadith and the valuable opinions of few authentic personalities in this regard. The article attempts to describe the nature of the relation between knowledge and religion.*
***Keywords:*** *Quran, Hadith, Science, Religion, Relation.*

**خلاصہ**
زیر نظر مقالہ میں سائنس (Science) اور دین (Religion)کے درمیان موجود رابطہ بیان ہوا ہے ۔ مقالہ نگار کے مطابق علم و دین کے باہمی رابطہ کی ماہیت سمجھنے کےلئے ضروری ہے کہ اس موضوع پر تمام جوانب سے عمیق مطالعہ کیا جائے اور کتاب وسنت سمیت معتبر مسلمان علماء اور دانشمندوں کے آراء ونظریات کا گہرا مطالعہ ضروری ہے ۔ اس مقالہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں دین اور علم کی اہمیت،فضیلت اور اس سلسلے میں چند معتبر شخصیات کی قیمتی آراء کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے علم اور دین کے درمیان پائے جانے والے رابطے کی ماہیت کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
**کلیدی کلمات:** قرآن، حدیث، سائنس، دین، رابطہ۔

## تعریفات، پس منظر اور مفروضات

سائنس اور دین کے باہمی رابطہ کی ماہیت جاننے کےلئے سب سے پہلے ان اصطلاحات کی توضیح ضروری ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں سائنس کی تعریف اس طرح ملتی ہے: "مشاہدے اور تجربے کے ذریعے کائنات اور کائنات میں موجودہ اشیاء کا مطالعہ کرنے کو سائنس کہتے ہیں۔" جہاں تک "دین" کی اصطلاح کا تعلق ہے تو عربی زبان میں اس سے چند معانی مراد لیے جاتے ہیں جن میں ایک معنی، "طریقہ" اور "روش " ہے۔ لغت میں جزاء ، پاداش، روز قیامت، سیاست، رائے، سیرت، عادت، حساب، اطاعت، دل سے تصدیق اور وحی کے اصولوں پر پابند رہنے کو "دین" کہتے ہیں۔[1] خلیل بن احمد فراهیدی نے دین کیلئے تین معنی یعنی "جزا"، "عادت" اور اطاعت" بیان کیے ہیں۔ کتاب العین میں لکھا ہے: الدِّینُ جمعه الْأَدْيَان والدِّينُ الجزاء والدِّینُ الطاعة [2] یعنی: "دین، جس کی جمع ادیان ہے، جزا اور اطاعت ہے۔" جہاں تک "دین" کی اصطلاحی تعریف کا تعلق ہے تو اس کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔ دراصل، ہر شخص نے اپنے ذوق اور مطالعے کے مطابق دین کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی وجہ سے ماہرین نفسیات کے ہاں پائی جانے والی دین کی تعریف، سوشیالوجی کے ماہرین کی تعریف سے مختلف ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے ہاں جو دین کی تعریف پائی جاتی ہے وہ غیرمسلم مفکرین کی پیش کردہ تعریفوں سے مختلف نظر آتی ہے۔ علامہ طباطبائیؒ کے مطابق دین کی ایک تعریف عام ہےاور ایک تعریف خاص ۔ عام تعریف یہ ہے کہ دین یعنی "راہ و رسمِ زندگی" [3] اور خاص تعریف یہ ہے کہ: "دین، وحی اور نبوت کے ذریعے انسان تک پہنچنے والی تعلیمات کے اس مجموعے کا نام ہے جو مبداء، معاد، عبادات اور معاملات کے قوانین سے مربوط ہو ۔" [4] پس اس مقالہ میں "دین" سے مراد وہ تعلیمات ہیں جو کتاب اور سنت میں بیان ہوئی ہیں، چاہئے ان کا تعلق انسان کے عقیدے سے ہو یا عمل سے۔

دین اور سائنس کے باہمی رابطہ کی بحث کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی لحاظ سے سائنس اور دین کے درمیان رابطے کی بحث کی بنیاد Nicolaus Copernicus کا وہ مشہور نظریہ تھا جس میں اس نے یہ کہا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ دوسری طرف عیسائیت میں کتاب مقدس کے مطابق زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھومتا ہے ۔ لہٰذا رومی کیتھولک کلیسا ۱۶۱۵ میں کوپر نیک کے نظریے کے کتاب مقدس کے خلاف ہونے کا اعلان کیا۔ جس کے نتیجے میں اس کی کتاب ON THE REVOLUTION OF HEAVENLY SPHERES کو ممنوعہ کتابوں میں سے قرار دے دیا گیا ۔ مزید جب کلیسا نے دیکھا گالیلو ہر جگہ کوپرنیک کے نظریے کا دفاع کر رہا ہے تو کلیسا کی طرف سے گالیلو کو ۱۶۳۲ میں فلورانس کی عدالت میں تفتیش کیلئے حاضر کیا گیا اور ۸ سال قید کی سزا سنائی گئی اور وہ اسی حالت میں دنیا سے چلا گیا ۔ اس واقعے کے بعد یہ بحث چھڑ گئی کہ سائنس اور دین کے درمیان رابطہ کس قسم کا ؟ پس اس بحث کا آغاز یورپ میں عالم عیسائیت میں ہوا۔ تاہم ہماری بحث میں دین سےمراد ، دینِ اسلام ہے کیونکہ اسلام و عیسائیت، دونوں میں کچھ ابحاث اور مسائل مشترک ہیں جن کی وجہ سے اس موضوع کا فقط عیسائیت سے نہیں، بلکہ اسلام سے بھی ربط بنتا ہے۔ مثال کے طور پر معجزہ، انسان کی خلقت اور تکامل، نیز مصیبتوں و بلاوں کے فلسفہ کی بحث عیسائیت اور اسلام، دونوں ادیان میں مشترک ہے۔

جہاں تک دین اور سائنس کے باہمی رابطہ کی ماہیت کے بارے میں مفروضات کا تعلق ہے تو یہاں ایک مفروضہ یہ ہو سکتا ہے کہ دین اور سائنس دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ دین، سائنس کی نفی کرتا ہے لیکن سائنس دین کی نفی نہیں کرتی۔ تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ سائنس، دین کی نفی کرتی ہے لیکن دین سائنس کی نفی نہیں کرتا۔ اور چوتھا مفروضہ یہ ہو سکتا ہے کہ دین اور سائنس دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہماہنگ اور بنی نوع بشر کےلئے دونوں ضروری ہیں۔اس مقالہ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سائنس اور دین ایک دوسرے کے مقابل نہیں، بلکہ ایک دوسرے

کے ساتھ مکمل طور پر ہماہنگ اور بنی نوع بشر کی ترقی و کمال کےلئے دونوں ضروری ہیں۔ ذیل میں ان چاروں مفروضات کی بنیاد پر پیش کئے گئے نظریات پر نقد و تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔

## سائنس اور دین میں تعارض

کچھ مادہ پرست دانشمندان اور بعض عیسائی مفکرین کا نظریہ یہ ہے کہ سائنس اور دین کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص سائنس دان بھی ہو اور دیندار بھی ہو۔ کیونکہ دین کسی چیز کی حقیقت کو اس طرح بیان نہیں کر سکتا جس پر ہم یقین کرسکیں جبکہ سائنس میں یہ صلاحیت موجود ہے ۔ نیز سائنس کوئی ایسا فرضیہ بیان نہیں کرتی جو قابل تجربہ اور ہمارے مشاہدے میں نہ آئے جب کہ دینی نظریات قابل مشاہدہ اور قابل تجربہ نہیں ہیں۔ لہذا ان دونوں کے درمیان تعارض ہےاور یہ دونوں قابل جمع نہیں ہیں۔ اس کا بہترین نمونہ گالیلیو اہل کا کلیسا کے ہاتھوں سزا پانا ہے ۔ سائنس اور دین کے تعارض کے نظریہ کا جائزہ لینے کےلئے ان اسباب کا جائزہ لینا ضروری ہے جن کی بنیاد پر یہ نظریہ منظر عام پر آیا۔یورپ میں اس نظریہ کے منظر عام پر آنے کا اہم عامل تحریف شدہ عیسائیت تھی۔ عیسائیوں کی دسترس میں وحیانی کتابیں نہیں تھیں۔ اسی وجہ سے ان کتابوں میں ایسے عقائد اور احکام موجود تھے جو انسان کی عقل کے مخالف تھے۔ عیسائیت میں بہت سارے خرافی عقائد پائے جاتے تھے جو منطق اور عقل کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتے تھے۔ ان کا تثلیث کا عقیدہ اتنا سخت اور پیچیدہ تھا ۔اسی طرح عیسائیت کا دین اور سیاست میں جدائی کا انحرافی نظریہ اور وہ انحرافی تعلیمات جن میں خدا اور ماوراء الطبیعہ کی وضاحت موجود تھی۔

یورپ میں دین اور سائنس میں تعارض کے نظریے کا دوسرا اہم عامل ، نشاۃ ثانیہ کے بعد سائنسی علوم کا رشد تھا۔ اس دور میں لوگوں نے سائنس کو حد سے زیادہ اہمیت دی اور حد سے زیادہ سائنس پر بھروسا کیا ۔ مشہور فرانسوی تجربہ پرست ہولباخ لکھتا ہے :"انسان کیلئے ضروری ہے کہ اپنی تمام تحقیقات میں فزکس اور تجربہ کو وسیلہ بنائے۔" اس کا کہنا ہے کہ دین، اخلاق، سیاست ، علوم، ہنر حتی کہ خوشی اور غم میں بھی فزکس اور تجربہ سے مدد لینا چاہئے۔[5] جب سائنس نے ترقی کی تو کلیسا کے بڑے بڑے پادریوں نے سائنسی اختراعات کا انکار کیا۔[6] اور اہل کلیسا کی اسی تند مزاجی اور افراط وتفریط کی وجہ سے سائنس اور دین میں تعارض اور ناسازگاری کا نظریہ وجود میں آیا۔

اگر ہم جہان اسلام میں اس نظریے کی پیدائش کے عوامل اور وجوہات کو تلاش کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام میں اس نظریے کی پیدائش کے عوامل میں سے ایک اہم عامل اسلامی معاشرے میں اشعری مذہب میں جبر گرائی کا تفکر اور اہل حدیث میں ظاہرگرائی کے تفکر کا رشد ہے۔اشاعرہ جبر گرائی کے قائل تھے اور اس زمانے میں انہیں غاصب حکام کی حمایت حاصل تھی۔ کیونکہ متوکل عباسی کا اپنا جھکاو مسلک جبر اور ظاہر گرائی کی طرف تھا۔ اس زمانے میں مکتب جبر نے بہت رشد کیا اور اہل تعقل کی شدید مخالفت ہوئی۔ متوکل عباسی ہی کے زمانے میں جدل، مناظرہ، تبادل افکار اور تضارب آرا کلی طور پر ممنوع قرار دیا گیا اور اگر کہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا جاتا تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آتے جس کی وجہ سے جبر گرائی اور ظاہر گرائی نقطہ اوج پر پہنچی ۔ بقول ابن اثیر جو کتاب الکامل میں لکھتے ہیں : سلطان محمود غزنوی نے حکم دیا شہر ری میں موجود تمام کلامی، فلسفی اور نجومی کتابوں کو جلا دیا جائے اور وہاں کے تمام معتزلی مکتب سے تعلق رکھنے والے متکلمین کو جلاوطن کر دیا جائے۔[7] یہ ایسے افکار تھے جو انسان کی عقل کے خلاف تھے۔ جب یہ فکر معاشرے میں رواج پائی تو اسلام میں سائنس اور دین کے درمیان تعارض کا نظریہ عام ہوا۔جہان اسلام میں سائنس اور دین کی جدائی کے عوامل میں سے دوسرا اہم عامل سکولاریزم کا رواج ہے۔ اس تفکر کے مطابق دین کا دائرہ صرف عبادت کی حد تک محدود ہے۔ لہذا دین کو دنیاوی معاملات میں نہیں لانا چاہئے۔

اس نظریے پر عمدہ تنقید یہ ہے کہ اس کی بنیاد تحریف شدہ کتاب مقدس پر رکھی گئی ہے ۔ لہذا اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام نہ صرف کشفیات علمی سے تضاد نہیں رکھتا، بلکہ

جیسے جیسے انسان علوم میں ترقی کررہا ہے ویسے ویسے قرآن کی حقیقت آشکار ہوتی جارہی ہے۔[8]بدقسمتی سے یورپ کی سائنسی ترقی سے متاثر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ بدل چکا ہے لوگ سائنس کی بدولت آسمانوں پر جاپہنچے ہیں۔ اگر اس زمانے میں بھی ہم دین کے پیچھے پڑے رہیں تو ترقی نہیں کر پائیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ترقی کا جو تصور پیش کیا ہے، دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکی۔ کیونکہ اگر ترقی کا معیار انسان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے تو جس طرح اسلام انسان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس طرح کوئی دوسرا دین و مذہب نہیں کرتا۔ کیونکہ اسلام میں انسان کی مادی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے اور اس پر اضافہ یہ کہ اسلام نے انسان کی غیر مادی ضروریات کو بھی پورا کیا ہے۔ انسان ہونے کے ناطے کچھ انسانی ضرورتیں ایسی ہیں جنہیں "عالی ضروریات" کہا جاتا ہے۔یعنی وہ ضروریات جن کا تقاضا انسان کی پاک فطرت کرتی ہے۔ انسان کی پاک فطرت تڑپ تڑپ کر پکارتی ہے کہ ائے انسان تو کہاں سے آیا ہے ؟ تیرے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تجھےکہاں جانا ہے؟ انسان کی یہ اہم ضروت اسلام پوری کرتا ہے۔ لہٰذا دین کے اس کام کو قبول کرنا اور ماننا اس لئے ضروری ہے کہ دین، انسان کی "عالی ضروریات" کو پورا کرتا ہے۔ پس صرف ظاہری مال و دولت زیادہ ہونے کو ترقی نہیں کہتے اور صرف مال و دولت اور شہرت سے انسان کی روح کو سکون نہیں ملتا۔ انسان کی ترقی کا راز اگر اس کی ضروریات کو پورا کرنے میں ہے تو اسلام نے انسان کی انفرادی، اجتماعی اور عالی ضرورت پوری کر کے انسان کے آرام و سکون اور چین و اطمینان کا سامان فراہم کر دیا ہے قرآن مجید کا فرمان ہے :اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (28:13) ترجمہ:" آگاہ رہو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔" علامہ اقبال اس آیہ شریفہ کی خوبصورت منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

## سائنس اور دین میں تمایز

یہ نظریہ یورپ میں تقریبا ۱۷ صدی میلادی کے بعد سامنے آیا ۔[9] بعض غربی مفکرین کے نزدیک سائنس کی اپنی دنیا ہے اوردین کی اپنی دنیا اور ان دونوں کا دائرہ کار ایک دوسرے سے بالکل جدا ہے۔ لہذا ان کے درمیان تعارض نہیں، تمایز پایا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ علم اور دین کا موضوع الگ الگ ہے اور ان کی زبان اور روش بھی ایک دوسرے سے جدا ہے ، مثلا دین کا موضوع خدا ہے اور خدا کو وحی کے ذریعے پہچانا جاتا ہے، حالانکہ ہم طبیعت کو حواس کے ذریعے سے پہچانتے ہیں۔ علم کا ہدف جہاں اور مخلوقات کو سمجھنا ہے جب کہ دین کا ہدف اور موضوع خدا ہے ۔ یہ لوگ اپنے عقیدے پر دلیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سائنس اور دین کاملاًایک دوسرے سے جدا ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سائنس اور دین میں سے ہر ایک کے بارے میں جو سوال جواب ہوتے ہیں وہ کاملا ایک دوسرے سے مختلف ہیں ، یہ ممکن نہیں ہے کہ سائنس اور دین کا کام اور ہدف ایک ہو۔[10] یہ نظریہ بھی اسلامی تعلیمات کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث، انسان کو علوم حاصل کرنے کی ترغیب اور تشویق دلاتے اور مختلف موضوعات یہاں تک کہ سیاست اور اقتصاد تک کے بارے میں قرآن نے اصول اور احکام بیان کئے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین انسان کی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔

## سائنس اور دین میں تداخل

قرون وسطی کے بعض عیسائیوں اور امام غزالی جیسے بعض مسلمان مفکرین کا نظریہ ہے کہ سائنس، دین کا محتاج اور اس کا ایک حصہ ہے۔[11] ان دانشمندوں کا عقیدہ یہ ہے کہ سائنسی علوم کے دانشمندوں کیلئے ضروری ہے کہ دین کی پیروی کریں اور اپنی تمام تحقیقات اور تجربات دین کے اصول اور قوانین کی روشنی میں انجام دیں۔کیونکہ انسان کا تجربہ ظنی اور خطا پزیر ہے ،لیکن دین جس کی اساس اور بنیاد وحی الہٰی ہے کبھی بھی خطا پزیر نہیں ہے۔ جب ہم قرون وسطی میں گزرے ہوئے مسیحی

دانشمندوں اور مفکروں کے نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرون وسطی کے عیسائی اسی نظریہ پر کاربند تھے۔انہوں نے گالیلو کو صرف اس وجہ سے سزا دی کیونکہ اس نے کتاب مقدس کی نصوص کے خلاف نظریہ پیش کیا تھا ۔ اسی طرح بعض مسلمان دانشمندوں اور علما کا نظریہ یہ ہے کہ علم، دین کا ایک حصہ ہے کیونکہ دین سائنس کی تشویق دلاتا ہے۔ [12] یہاں اگر سائنس اور دین کے تداخل کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ دین کا سائنس کے ساتھ کوئی تعارض نہیں اور دین سائنسی تحقیقات کی پذیرائی کرتا ہے لیکن دین سائنسی علوم کی تمام جزئیات بیان نہیں کرتا۔ لہذا سائنسی تحقیق کے ہر موضوع کو قرآن و حدیث سے استخراج کرنے کا نظریہ ایک افراطی نظریہ ہے۔

سائنس اور دین میں توافق

سائنس اور دین کے رابطہ کی ماہیت بیان کرتے ہوئے بعض مفکرین نے یہ کہا ہے کہ سائنس اور دین ایک دوسرے کے ساتھ توافق اور سازگاری رکھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں سائنس اور دین ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ دونوں اس وقت کامل ہیں جب ایک ساتھ ہوں۔ سائنسی علوم میں جتنی ترقی ہو رہی ہے اتنی ہی حقیقتیں کشف ہوتی جارہی ہیں۔ قرآن کہتا ہے فيهِ شِفاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ في‏ ذلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (69:16)؛ شہد میں اللہ نے شفا رکھی ہے ۔ صدیاں گزرنے کے بعد اس کی حقیقت واضح ہوگئی ۔ یا پھر یہ کہ آج ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد ماھرین تعلیم نے جو بھترین طریقه تدریس متعارف کروایا ھے وہ یہ ھے که بچوں کو تھیوری پڑھانے کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل بھی کروایا جائے اور ماڈل یا نمونہ بھی دکھایا جائے تاکہ بچے پرآسانی سے مفھوم واضح ھو سکےیعنی اگر اسے ایپل پڑھاتے ھیں تو ساتھ ساتھ ایک سیب دکھا بھی دیں یا اسے اورنج پڑھاتے ھیں تو ایک سنگترہ دکھا بھی دیں تاکہ اسے لرننگ میں آسانی ھو اور لفظوں کے مفاھیم آسانی کے ساتھ اس کے ذھن نشین ھو جائیں، اس لیٹسٹ تھیوری کو سامنے رکھتے ھوئے جب ھم دین کی طرف رجوع کرتے ھیں تو معلوم ھوتا ھے که قرآن کریم نے ساڑھے چودہ سو سال پھلے بشریت کی تعلیم و تربیت کے اسی میتھڈ کو اپنایا که جس میں احکام الٰھی کو ایک طرف تھیوری کی شکل میں قرآن مجید میں بیان کیاگیا اور دوسری طرف ماڈل یا نمونے کے طور پر سرکار ختم المرسلینؑ کی زندگی کو پیش کیا اور فرمایا که: لَقَدْ كانَ لَكُمْ في‏ رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللَّهَ كَثيراً (21:33) ترجمه:"بتحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔" اس سے معلوم ھوتا ھے که دین اور ماڈرن سائنسز میں کوئی اختلاف نھیں بلکه جس قدر علم ترقی کرتا چلا جائے گا اسی قدر دین اسلام کی حقانیت کھل کر سامنے آتی چلی جائے گی۔

اسی طرح آج سائنس اور ٹیکنالوجی نے یہ بھی ثابت کر دیا ھے که انسان اس دنیا میں جو کچھ بولتا ھے تو اس کی ریکارڈنگ ھو جاتی ھے اوروہ فضا کے دامن میں ھمیشه ھمیشه کے لئے محفوظ ھو جاتی ھے، اور اسی طرح جو وہ ایکشن کرتا ھے اس کی بھی فضا میں ویڈیو بن جاتی ھے اور وہ بھی ھمیشه ھمیشه کے لئے ھواؤں میں گردش کرتی رھتی ھے اور کبھی بھی ضائع نھیں ھوتی که جس کی ایک جیتی جاگتی مثال ٹیپ ریکارڈرز، آڈیو وڈیو کالز اور دیگر جدیدترین ٹیکنالوجیز ھیں که جن میں سے بعض نظام مواصلات میں استفادہ کی جاتی ھیں۔پس اگر انسان کی آوازیں اس کے منه سے نکلنے کے بعد مر جاتیں اور ختم ھو جاتیں تو کبھی بھی ھزاروں کلو میٹر دور بیٹھا ھوا دوسرا انسان ایک سم کارڈ یا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے اس کی آواز نه سن سکتا اور نه ھی اسے ریکارڈ کر سکتا یا اس کی وڈیو دیکھ سکتایه آوازیں اسی لئے آسانی سے سنی جاتی ھیں که وہ ھوا میں سفر کر رھی ھوتی ھیں اور انھیں ایک سم کارڈ یا انٹرنیٹ کے ذریعے، ھوا سے اخذ کر کے مطلوبه جگه پر پیش کر دیا جاتا ھے۔ البته که سائنس اس بات کو ثابت کرنے میں کامیاب رھی ھے لیکن یه بتانے سے آج تک قاصر ھے که ایسا کیوں کیا جا رھا ھے؟ یه آوازیں کیوں ریکارڈ کی جا رھی ھیں اور انسان کے تمام ایکشنز کی ویڈیوز کیوں بنائی جا رھی ھیں؟

لیکن جب ھم دین کے پاس جاتے ھیں تو ھمیں پته چلتا ھے که انسان کے بنانے والے نے اسے پھلے ھی سے متنبہ کر دیا ھے که وہ ھر وقت اپنے پیدا کرنے والے کے حضور میں ھے اور اس کا کوئی عمل اس سے پنھان نھیں ھے، یھاں تک که اس کے دل و دماغ میں آنے والے خیالات بھی الله تبارک و تعالی سے پنھان نھیں ھیں، لھذا قرآن کریم میں آیا ھے: ْ إِنَّ اللَّهَ عَليمٌ بِذاتِ الصُّدُورِ (119:3) ترجمه: "یقیناً اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے۔" یا یه که : قُلْ إِنْ تُخْفُوا ما في صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَ يَعْلَمُ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ وَ اللَّهُ عَلى كُلِّ شَيْءٍ قَديرٌ (29:3) ترجمه:" کہہ دیجئے جو بات تمہارے سینوں میں ہے اسے خواہ تم پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو اللہ بہرحال اسے جانتا ہے نیز آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ بھی اس کے علم میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" ان سب آڈیوز اور ویڈیو کو محفوظ کرنے کا فلسفه یه بتایا که کل جب قیامت کے دن الله تبارک و تعالی انسان سے اس کی اس دنیا وی زندگی کے ذرہ ذرہ . إِنَّ اللَّهَ لا يَظْلِمُ مِثْقالَ ذَرَّةٍ وَ إِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضاعِفْها وَ يُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْراً عَظيماً (40:4) ترجمه: "یقیناً اللہ (کسی پر) ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر (کسی کی) ایک نیکی ہو تو (اللہ) اسے دگنا کردیتا ہے اور اپنے ہاں سے اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔" فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُo وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه (99:7-8) ترجمه: "پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔" کا حساب لے گا تو اس وقت انسان اپنی خاصیت کے پیش نظر اپنے نقصان میں بیان کردہ فیصلوں اور اعمال سے بیزاری اختیار کرے گا اور یه کھے گا که یه اعمال میں نے انجام نھیں دے ھیں تو اس وقت پروردگار عالم ھواؤں کے دامن سے اس کی اپنی آڈیوز اور وڈیوز اس کے سامنے لاکر اسے دکھا دے گا یھاں تک که اس کی نیت تک کا حساب ھوگا که جسے نظام تنفس؛ یعنی آکسیجن جوکه سانس کے ذریعے سینے میں جاتی ھے اور دل و دماغ میں گزرنے والے تمام حالات کی وڈیوبنا کر کاربن ڈائی آکسائیڈ بن کر باھر نکل جاتی ھے ، کے ذریعے انجام دیا جائے گا۔ اس سے واضح ھوتا ھے که نه تو سائنس ، اسلام کی مخالف ھے اور نه اسلام سائنس کا دشمن ۔بلکه دینی تعلیمات اور تھیوری کی پریکٹیکل شکل یا مادی تفسیر کا نام سائنس ھے که جس کی دسیوں مثالیں آج کی اس مادی دنیا میں قابل لمس ھیں۔ اور شاید یھی وجه تھی که البرٹ آئن سٹائن نے بھی کھا که:

(Science without religion is blind and religion without science is lamb.)

سائنس اور دین کے باھمی ربط کا انداز اس بات سے بھی کیا جا سکتا ھے که آج جب میڈیکل سائنسز ترقی کرتے کرتے اپنے کمال کی منزلوں کو چھونے لگیں ھیں تو اس وقت یه انکشاف ھوا ھے که انسانی باڈی میں کٹنے اور جلنے کی تکلیف کا احساس صرف اور صرف کھال چمڑی اور اسکن کو ھوتا ھے اندر ھڈیوں اور گوشت وغیرہ کو نھیں. لیکن جب دین اسلام کی طرف رجوع کرتے ھیں تو قرآن مجید نے پھلے ھی اس بات سے یه کھتے ھوئے پردہ اٹھا دیا تھا که : إِنَّ الَّذينَ كَفَرُوا بِآياتِنا سَوْفَ نُصْليهِمْ ناراً كُلَّما نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْناهُمْ جُلُوداً غَيْرَها لِيَذُوقُوا الْعَذابَ إِنَّ اللَّهَ كانَ عَزيزاً حَكيماً (56:4) ترجمه:" جنہوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا ہے یقیناً تمہیں ہم عنقریب آگ میں جھلسا دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل جائیں گی (ان کی جگہ) ہم دوسری کھالیں پیدا کریں گے تاکہ یہ لوگ عذاب چکھتے رہیں، بے شک اللہ غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔" لھذا توجه طلب بات یه ھے که قرآن کریم کو کیسے پته چل گیا تھا که چونکه کٹنےاور جلنے کی تکلیف کا احساس صرف کھال اور جلد کو ھوتا ھے لھذا جیسے وہ جلے گی تو دوبارہ نئی کھا ل جسم پر چڑھا دی جائے گی تاکه گناہ گاروں کو اپنے کئے کی سزا مسلسل ملتی رھے.

اسی طرح دین نے جب قیامت کے دن کی منظر نگاری کی تو کھا وہ دن ایسا ھو گا که جب سمندروں میں آگ لگ جائے گی اور فرمایا: وَ إِذَا الْبِحارُ سُجِّرَت ۚ (6:81) ترجمه: "اور جب سمندروں کو جوش میں لایا جائے گا۔"، اب اس وقت کسی کو یه بات سمجھ میں نھیں آ رھی تھی که یه کیونکر ممکن ھوگا جبکه سمندروں میں پانی ھوتا ھے اور پانی کا کام آگ کو بجھانا ھے، لیکن سائنس نے آ کر آج اس بات کو سمجھنے میں آسانی پیدا کردی ھے اور کھا که پانی درحقیقت دو گیسوں آکسیجن اور ھائیڈورجن

سےملکر بنا ھے که جن میں سے ایک کا کام آگ کو پکڑنا ھے اور دوسری گیس کا کام آگ کو بھڑکا نا ھے، اور اسی کے ساتھ ساتھ جیالوجسٹ یه کھتے که اس زمین کے جگر میں آگ ھے لاوا ھے انتا گرم ھے اس کا سینا که جوفولاد، آئرن اور اسٹیل وغیرہ کے اوزاروں کو پگھلا کر رکھ دیتا ھے. معلوم ھوا که جو خدا، دو ایسی گیسوں کو که جن میں سے ایک کا کام آگ کو پکڑنا اور دوسری کا کام آگ کو بھڑکانا ھے انھیں آپس میں ملا کر آگ بجھانےوالا پانی بنا سکتا ھے وھی خدا کل قیامت کے دن ان دونوں گیسوں کو جدا جدا کر کے زمین کے جگر سےآگ نکال کر سمندروں میں بھی آگ لگا سکتا ھے اور یه سب کچھ ممکن ھے.

پس معلوم ھوا که اسلام، قطعی سائنسی تجربات اور معلومات کی تائید کرتا ہے اور ایسے علوم کو حاصل کرنے کی تشویق کرتا ہے اور دوسری طرف، قطعی سائنسی علوم دینی تعلیمات کی تائید اور قرآن کے معجزہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ [13]اس نظریہ کے مطابق تاریخ بشریت میں سائنس اور دین ہمیشہ انسان کے مورد توجہ رہےہیں۔ جب انسان نے ایک طرف کائنات میں موجود اشیاء کے اسرار اور طبیعت کے قوانین کو کشف کرنے کی کوشش کی ہے تو دوسری طرف وہ ہمیشہ اپنے پروردگار کی عبادت اور راز ونیاز میں مشغول رہا ہے اور انسان نےاپنے اہداف کو حاصل کرنے کیلئے علم اور دین دونوں سے استفادہ کیا ہےلہٰذا انسان سائنس اور دین کے جمع ہونے کا مرکز اور محور ہے۔

سائنس اور دین کے توافق کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ لینے اسے پہلے اس مقدمے پر توجہ ضروری ہے کہ قرآن و حدیث میں "سائنس" کی اصطلاح اپنے رائج معنی میں استعمال نہیں ہوئی۔ اسلامی تعلیمات میں جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے وہ "علم" کی اصطلاح ہے جو ایک عام معنی و مفہوم رکھتی ہے اور تمام سائنسی اور غیر سائنسی علوم کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ بنابریں، اسلام کے منظر سے سائنس کی اہمیت و ضرورت کو سمجھنے کےلئے سب سے پہلے ان آیات و روایات کا سہارا لینا پڑے گا جن میں بطور کلی، علم کی اہمیت و ضرورت بیان ہوئی ہے۔ علم کي اہميت کيلئے يھي کافي ہےکہ پيغمبر اکرمﷺ پر جو آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں ان میں علم کي نعمت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ(3:96-5) یعنی: " پڑھو اور تمہارا پروردگار بہت کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی اور انسان کو وہ سب کچھ تعلیم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔" قرآن مجید میں علم کے حصول کی فضلیت کے سلسلے میں سورہ مبارکہ مجادلہ میں ارشاد ربانی ہے کہ روز قیامت درجات پانے کا معیار، ایمان اور علم و دانش ہے : يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ٠ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ(11:58) یعنی: "اللہ نے تم میں سے انہیں برتری عطا کی ہے جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا ان کے درجات کو اللہ نے بلند فرمایا ہے۔" اسی طرح سورہ مبارکہ زمر میں ارشاد خداوند ی ہے :قُلْ ہَلْ يَسْتَوِی الَّذينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذينَ لا يَعْلَمُونَ إِنَّما يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبابِ(9:39) یعنی: " کہہ دیجئے !کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں ۔بے شک نصیحت تو صرف عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔"

جہاں تک احادیث میں علم کی فضیلت کا تعلق ہے تو اس حوالے سے "بحار الانوار " میں منقول چند روایات کا مطالعہ کافی ہے۔[14] رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:طلب العلم فريضة على كل مسلم الا ان الله يحب بغاة العلم یعنی: "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ علم کی تلاش کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"اسلام نے حصول علم کا وقت معین نہیں کیا۔ لہٰذا انسان کو فقرو غنی، صلح و جنگ، صحت و بیماری اور جوانی وبڑھاپے کسی حالت میں بھی تحصیل علم سے غافل نہیں ہوناچاہئے۔کیونکہ علم نور اور کمال ہے اور نور و کمال کا حاصل کرنا کسی وقت اور حالت کے ساتھ مختص نہیں ہے۔جیساکہ امام جعفر صادق ؑ کا ارشاد گرامی ہے :طلب العلم فريضة على كل حال یعنی: "علم کا حاصل کرنا ہر حالت میں فرض ہے۔"حصول علم کسی جگہ یا مکان میں منحصر نہیں ہے ۔جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: أطلبوا العلم و لو بالصين یعنی: "علم حاصل کرو، اگرچہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔" امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں: لاکنز انفع من العلم

یعنی: "کوئی خزانہ علم سے زیادہ مفید تر نہیں ہے۔"آپﷺ علم اور طالب علم کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں : ما من خارج خرج من بیته فی طلب العلم إلّا وضعت له الملائکه أجنحتها رضا بما یصنع حتّی یرجع‌یعنی: "جب بھی کوئی طالب علم حصول علم کی غرض سے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے پروں کو اس کے قدموں تلے بچھا دیتے ہیں یہاں تک وہ اپنے گھر واپس پلٹ آئے۔" اس کے علاوہ اور بھی آیات و روایات ہیں جو اہمیت و حصول علم پر دلالت کرتی ہیں اور ساتھ ساتھ صاحبان علم کی ستائش و تعریف بھی کرتی ہیں۔

اسلام کے منظر سے سائنس کی اہمیت و ضرورت کو سمجھنے کےلئے ان آیات و روایات کے علاوہ جو بطور کلی علم کی اہمیت و ضرورت بیان کرتی ہیں، ان آیات و روایات پر توجہ کی ضرورت ہے جن میں حصول علم کے ان وسائل سے استفادہ پر زور دیا گیا ہے جو سائنسی مشاہدے اور تجربے کا وسیلہ ہیں۔سائنسی مشاہدے اور تجربے کا بنیادی وسیلہ انسان کے حواس پنجگانہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کوئی سائنسی تجربہ محض حواس پنجگانہ کے بروئے کار لانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ حواس کے ماوراء عقل و استنتاج کی طاقت جب تک میدان تجربہ میں وارد نہ ہو، سائنسی مشاہدہ و تجربہ، علم میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے نہ تنہا سائنسی مشاہدے کے ظاہری حواس کے استعمال پر تاکید کی ہے بلکہ ہر سائنسی تجربہ کے تحقق کے اصل وسیلے یعنی عقل و استخراج اور استنتاج کی طاقت کے استعمال پر بھی بہت زور دیا ہے۔ متعدد قرآنی آیات میں حسی مشاہدے پر تاکید کی گئی ہے۔ منجملہ زمین کے مشاہدہ(7:26) ، چوپایوں کے مشاہدہ (36:71) پرندوں کے مشاہدہ (19:67) ایسی آیات ہیں جن سے سائنسی مشاہدے پر زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح کم از کم 50 آیات میں أَفَلَا تَعْقِلُونَ جیسی تعابیر کے ذریعے عقلی استنتاج کی اہمیت اور ضرورت بیان کی گئی ہے۔

اب اگر ان آیات کو حسی مشاہدہ کی اہمیت پر دلالت کرنے والی آیات کے ساتھ یکجا دیکھا جائے تو بخوبی سائنسی علوم کی اہمیت کا ادراک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح تسخیر کائنات کی اہمیت و ضرورت پر دلالت کرنے والی آیات کے ذریعے بھی اسلامی تعلیمات کے تناظر میں سائنس کی اہمیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔خلاصہ یہ کہ اسلام کے نکتہ نظر سے سائنس کی اہمیت و ضرورت مسلم اور قطعی ہے اور دینِ اسلام سائنس کی تعلیم کے ساتھ مکمل طور پر ہماہنگ اور سائنسی تعلیم کے حصول کا بہترین تشویق دلانے والا اور اسے واجب قرار دینے والا دین ہے۔

اس اہم مقدماتی بحث کی روشنی میں اگر دین اور سائنس کے توافق کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ نظریہ اگرچہ سابقہ تمام نظریات سے کامل تر اور مناسب تر نظریہ ہے لیکن یہ نظریہ بھی بے عیب و نقص نہیں۔ کیونکہ اس نظریہ میں دین اور سائنس کو دو متقابل حقیقتوں کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ البتہ ان دونوں کے درمیان توافق اور سازگاری کا فتوی جاری کیا گیا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سائنس اور دین کا آپس میں سرے سے کوئی تقابل ہی نہیں ہے۔ سائنس دین کے مقابل نہیں اور دین سائنس سے جدا نہیں۔ کیونکہ اگر سائنس عالم کائنات کے اسرار کے مشاہدے، تجربے اور قوانین کے انکشاف کا نام ہے تو یہ کام فعل خدا کی تفسیر ہے۔ کیونکہ کائنات خدا کی خلق کردہ ہے اور جس طرح قول خدا کی تفسیر دین ہے نہ دین کے مقابل، اسی طرح سائنس فعل خدا کی تفسیر اور دین ہے، نہ دین خدا کے مقابل۔ بنابریں، اگر کہیں سائنس اور دین کے درمیان کوئی اختلاف نظر آئے تو یہ ایسے ہے جیسے ظاہری طور پر دو آیات یا روایات یا آیات و روایات میں ظاہری لحاظ سے کوئی اختلاف نظر آ رہا ہو۔ ایسی حالت میں مخصوص قواعد کے تحت اس اختلاف کو رفع کیا جا سکتا ہے۔

## دین کی اہمیت و ضرورت

سوال یہ ہے کہ آیا سائنس کی تعلیم کافی ہے یا سائنس کی تعلیم کے حصول کے ہمراہ بنی نوع بشر، دینی تعلیمات کے حصول کےبھی محتاج ہیں؟ نیز یہ کہ آیا سائنس دینی تعلیمات کے حصول کے حوالے سے کوئی مثبت یا منفی نظریہ رکھتی ہے یا نہیں؟ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سائنس کی تعلیم اکیلی انسانیت کے درد کی دوا نہیں بن سکتی، بلکہ انسان کےلئے دین شناسی اور دینداری بھی ضروری ہے۔ نیز یہ کہ سائنس بھی نہ تنہا دینی تعلیم کے حصول اور اس کی اہمیت و ضرورت کی منکر نہیں، بلکہ سائنسی مشاہدات اور تجربات، دینی تعلیمات کی بہترین تائیدات فراہم کرتے ہیں۔ بنابریں، سائنس اور دین کا آپس میں کوئی تقابل یا تعارض نہیں ہے۔ باقی رہا بعض لوگوں کا یہ خیال کہ دین کی تعلیم کا حصول بے سود ہے کیونکہ انسان کیلئے وہی تعلیم اچھی ہے جس سے انسان زیادہ سے کائنات کی تسخیر کر سکے اور دنیاوی لذّت و سکون کا سامان فراہم کر سکے تو یقینا یہ خیال ایک گمان باطل کے سوا کچھ نہیں اور یہ سوچ نادرست ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی دنیاوی ضروریات پوری کرنے کےلئے سائنس کی تعلیم ضروری ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ہم دنیا میں ہمیشہ رہنے کےلئے آئے ہیں؟ یقینا نہیں۔ ہر انسان ایک خاص مدت تک عمر گزارنے کے بعد اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ لیکن دنیا سے چلے جانے کا مطلب فنا نہیں، بلکہ آخرت کی زندگی کا آغاز ہے۔ قرآن کی متعدد آیات میں اور رسول اللہﷺ کی سنت مبارکہ میں بار بار قیامت اور معاد کا تذکرہ ملتا ہے اور ہماری عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ضرور قیامت کے دن حساب وکتاب ہونا چاہئے، عدالت ہونی چاہیئے اور سزا و جزا ہونی چاہیے۔ اگر دنیا و آخرت کے بارے میں اس نظریہ کو اپنا لیا جائے تو پھر یقینا انسان کےلئے تنہا سائنس کی تعلیم کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں ایک ایسے نصاب تعلیم کی ضرورت ہے جو پڑھ کر ہمیں دنیاوی امتحانوں کے ساتھ ساتھ اخروی امتحانوں میں بھی کامیابی ملے۔ یہ نصاب دین کی تعلیم پانے اور دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے عبارت ہے۔ کیونکہ دینی تعلیم وہ نصاب ہے جو دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کا منشور اور دستور ہے۔ دین کی تعلیم اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ ہر انسان کا زندگی گزارنے کا کوئی نہ کوئی طور وطریقہ ہوتا ہے ، پس ہر انسان کےلئے دین ضروری ہے۔ پس دین بمعنی راہ و روشِ زندگی، ہر انسان کی ضرورت ہے۔ اور اگر دین سے مراد دین کا خاص معنی لیا جائے، یعنی آسمانی ہدایت اور وحیانی تعلیمات کا حصول اور ان کی پابندی تو بھی ہر انسان کےلئے دین کی اہمیت و ضرورت سائنس کی اہمیت و ضرورت سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ انسان محض چند روزہ دنیاوی زندگی کی لذتیں اٹھانے کےلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ حکیم خدا نے انسان کو بنایا ہے تو کسی خاص مقصد اور ہدف کے لئے اور وہ مقصد اور ہدف انسان کو کمال تک پہنچانا ہے۔ انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ سعادت ابدی حاصل کرنے میں کامیاب ہو ۔ سائنس انسان کو دنیاوی زندگی کا کمال عطا کر سکتی ہے لیکن ابدی کمال، تنہا دین کے احکام پر عمل کے ذریعے ممکن ہے۔

اس حوالے سے علامہ طباطبائی فرماتے ہیں: قرآن مجید انسان کو ہمیشہ رہنے والی زندگی اور سعادت ابدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اسی طرح انسان کو نجات حاصل کرنے کے راستوں کی بھی نشان دہی کرتا ہے۔ جس کیلئے قرآن نے مختلف قوانین وضع کئے ہیں۔ اگر انسان اپنی زندگی میں ان قوانین کی پیروی کرے تو وہ سعادت دارین حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا۔[15] لہذا دین ایک ایسی روش زندگی کا نام ہے جسے انسان سعادت ابدی حاصل کرنے کیلئے اپناتا ہے۔ اس میں دنیاوی زندگی گزارنے کے اصول اور قوانین کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اخروی زندگی کے قوانین اور اصول بھی بیان ہوچکے ہیں ۔[16] علامہ اس دین کو دین حق سے تعبیر کرتے ہیں جو انسان کو حقیقی معارف، اخلاق فاضلہ اور نیک اعمال کی طرف دعوت دیتا ہو ۔[17] ایسا دین جس میں دنیاوی اور اخروی زندگی کے تمام اصول و قواعد بیان ہوئے ہوں وہ صرف دین مبین اسلام ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سائنس کے ہوتے ہوئے دین کی کیا ضرورت ہے۔ سائنس انسان کے بنیادی سوالوں کا جواب دینے

کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ سائنس انسان کی مادی احتیاجات کو پورا کرتی ہے لیکن انسان کی انسانی اور روحی احتیاجات کو پورا کرنے سے قاصر ہے ۔پس انسان ہمیشہ دینی ہدایت کا محتاج رہے گا۔

**نتیجہ**

سائنس اور دین دو ایسی چیزیں ہیں جو قابل انفکاک نہیں لہذا دین کے نام پر سائنس کی مخالفت درست نہیں اور سائنس کے نام پر دین کی تضحیک سراسر غلط ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی نظر میں سائنس اگر انسان کو اللہ سے دور کرنے کا سبب بنے فتنہ ہے:

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھي فتنه — املاك بھي اولاد بھي جاگير بھي فتنه

نا حق کیلئے اٹھے تو شمشير بھي فتنه — شمشير هي كيا

نعره تكبير بھي فتنه

البتہ اس امر پر توجہ ضروری ہے کہ دین اسلام، وحی الہی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور جو دین وحی پر مشتمل ہو اس میں خطا کا امکان نہیں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، سائنس کا تعلق تجربے اور مشاہدے سے ہے جو انسانی افعال ہیں جن میں غلطی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ تجربے اور مشاہدے کا تعلق حواس خمسہ سے ہے جن سے خطا کا امکان بذات خود ایک مسلمہ سائنسی حقیقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دس سال بعد نئی سائنسی تحقیقات پرانی تحقیقات کی جگہ لے لیتی ہیں۔ لہذا اگر انسان کا تجربہ یا مشاہدہ کتاب و سنت کے نصوص سے متضاد ہو تو اس صورت میں کتاب و سنت کو ہی ترجیح دی جائے گی اور تجربہ و مشاہدہ کی تاویل کی جائے گی۔ کیونکہ کتاب و سنت کے بیان کردہ قطعی حقائق اور نصوص میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا: اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (82:4) ترجمہ: " کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے ،اگر وہ اللہ کے سوا کسی کی جانب سے ہوتا تو وہ اس میں اختلاف پاتے۔"

*****

## حوالہ جات

1 ـ جعفر،سجادی، *فرهنگ علوم نقلی و ادبی*(تهران، مؤسسه مطبوعاتی علمی، 1344) ، 273۔
2 ـ خلیل ابن احمد، فراهیدی، *العین*، ج 8 : 73۔
3 ـ محمد حسین، طباطبائی، *شیعه در اسلام*( قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1378) 21۔
4 ـ محمد حسین، طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج 5، ج1 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417 ق) ، 424۔
5 ـ مهدی، گلشنی، *از علم سکولار تا علم دینی*: 21۔
6 ـ پترسون، مایکل و همراهان، *عقل و اعتقاد ديني*، ترجمه احمد نراقي و ابراهيم سلطاني(تهران، انتشارات طرح نو، 1379ه،ش):358-363
7۔ابن اثیر، *الکامل فی التاریخ*، ج9 (بیروت: دارصادر، طبع1966ء )، 372۔
8۔ محمد رضا رضایی، اصفهانی، *شبهات جدید قرآنی*(ندارد، ندارد، ندارد) 26۔
9۔ ایضا: 33۔
10۔ عبد الحمید، خسرو پناه، *مسائل جدید کلامی و فلسفه دین*(قم، دفتر تبلیغات اسلامی، ندارد) 272۔
11۔ایضا: 268-269۔
12 ـ گلشنی، *از علم سکولار تا علم دینی*:49۔
13۔ رضایی، اصفهانی، *شبهات جدید قرآنی*:34۔
14 ـ الشیخ محمد، باقر المجلسی "بحار الانوار"ج1(بیروت، مؤسسة الوفاء الطبع الثانیه ، سنة 1993ء)172 و 206۔
15 ـ طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج 8 :300۔
16 ـ محمد حسین، طباطبائی، *بررسی های اسلامی*، ج 1( قم، بوستان کتاب، 1388) 35-36۔
17 ـ ایضاً: 551۔

## کتابیات

1) سجادی،جعفر، فرهنگ علوم نقلی و ادبی،تهران، مؤسسه مطبوعاتی علمی، 1344۔

2) فراهیدی،خلیل ابن احمد، العین۔
3) طباطبائی،محمد حسین، شیعه در اسلام، قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1378۔
4) طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417 ق۔
5) پترسون، مایکل و ہمراهان، عقل و اعتقاد ديني، ترجمه احمد نراقي و۔۔تہران، انتشارات طرح نو، 1379ھ،ش ۔
6) گلشنی،مهدی، از علم سکولار تا علم دینی،ندارد، ندارد، ندارد۔
7) ابن اشیر، الکامل فی التاریخ، ج9 ،بیروت: دارصادر، طبع1966ء۔
8) اصفهانی، محمد رضا رضایی، شبهات جدید قرآنی،ندارد، ندارد، ندارد۔
9) خسرو پناه،عبد الحمید، مسائل جدید کلامی و فلسفه دین، قم، دفتر تبلیغات اسلامی ، ندارد۔
10) باقر المجلسی، الشیح محمد، بحار الانوار ، بیروت، مؤسسة الوفاء الطبع الثانیہ ، سنة 1993ء۔
11) طباطبائی، محمد حسین ، المیزان فی تفسیر القرآن، قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417 ق۔
12) طباطبائی،محمد حسین، بررسی های اسلامی، قم، بوستان کتاب، 1388۔